www.KitaboSunnat.com

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی☆

قراءاتِ عشرہ کا تواتر اور حدیثِ سبعہ اَحرف کی تشریح

قراءات نمبر دوم میں مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر کے جید علماء کرام سے قراءات کے بارے میں حاصل ہونیوالے فتاویٰ شائع کیے گئے تھے، کچھ فتاویٰ تاخیر سے پہنچے جو'حجیت قراءات...... ضمیمہ فتاویٰ جات' کے عنوان سے شمارہ ہذا کی زینت ہیں، ان میں سے جناب مفتی عبدالقدوس ترمذی حفظہ اللہ کا تفصیلی فتویٰ اہمیت کے پیش نظر الگ سے شائع کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی قرآن کریم اور قراءات کے بارے دینی حمیت کو قبول فرمائے۔[ادارہ]

الحمدلله رب العلمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد:

جامعة لاهور الإسلامية کا مراسلہ مکتوب گرامی مع فتویٰ بابت قراءاتِ عشرہ موصول ہوا، اَحقر نے اسے بغور پڑھا، جناب فاضل مجیب حفظہ اللہ کے اس مؤقف سے اَحقر کو مکمل اِتفاق ہے کہ قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ، متواتر ہیں اور یہ سب قرآن کریم ہیں۔ جہاں تک قراءاتِ عشرہ کے تواتر اور ان کے قرآن ہونے کا مسئلہ ہے تو یہ اس قدر بدیہی اور واضح ہے کہ اس میں کسی کا بھی اِختلاف نہیں ہے، قراءاتِ عشرہ بلا شبہ قرآن ہیں اور اِن کا نماز میں پڑھنا بلا اختلاف جائز ہے، ان کی حجیتِ تواتر / اِجماع سے ثابت ہے۔ اس قطعی اور بدیہی نظریہ پر اگرچہ مزید کسی کلام یا دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں لیکن تکمیل موضوع کے طور پر چند ضروری اُمور ذکر کیے جاتے ہیں جن سے قراءاتِ عشرہ کے تواتر اور ان کے قرآن ہونے پر مزید روشنی پڑے گی اور حدیث ''أنزل القرآن على سبعة أحرف'' [صحيح البخاري: ۴۹۹۰] کی پوری وضاحت بھی آ جائے گی۔ والله الموفق.

ضابطہ قراءات

ضابطہ قراءات کے متعلق شیخ القراء حضرت قاری محی الاسلام رحمہ اللہ 'شرح سبعہ قراءات' میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو قراءت عربیت کے موافق ہو، اگرچہ یہ موافقت بوجہ ہو، اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو، خواہ یہ مطابقت اِحتمالاً ہو، اور سند صحیح متصلہ سے ثابت اور ائمہ فن کے یہاں مشہور ہو، وہ قراءۃ صحیحہ اور ان احرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔ محقق کہتے ہیں جو قراءت اس طرح ثابت ہو اُس کا اِنکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ ائمہ سبعہ کی قراءات میں سے ہو یا عشرہ کی یا مافوق عشرہ کی، اور اگر ان اَرکانِ ثلاثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف، شاذ اور فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ میں سے ہو یا مافوق سبعہ سے، تمام محققین ائمہ سلف و خلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ، ابومحمد مکی رحمہ اللہ اور مہدوی رحمہ اللہ نے یہی تصریح کی ہے۔ باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی بھی اِسکے خلاف نہیں۔ ابوشامہ رحمہ اللہ المرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

☆ صدر دارالافتاء و مہتمم جامعہ حقانیہ، سرگودھا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’ہر اس قراءۃ کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب ہو اور صحیح کہلاتی ہو اسے اسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں جب وہ اس ضابطہ میں آ جائے......الخ‘‘ [ص:۱۰۴]

قرآن میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

① جس میں اَرکان ثلاثہ مجتمع ہوں اس کی صحت وصدق پر قطعی حکم لگایا جائے گا اور اس کو پڑھا جائے گا، کیونکہ بلحاظ مصحف وہ اِجماع سے لی گئی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

② آحاد (ثقہ) سے منقول ہو اور عربیت کی کسی وجہ کے مطابق ہو مگر رسم کے خلاف ہو۔ اس کو قبول کیا جائے گا مگر پڑھا نہیں جائے گا، کیونکہ

اَوّلاً: تو اس کو اِجماع سے نہیں آحاد سے لیا گیا ہے اور خبرِ واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: وہ اس کے خلاف ہے جس پر اِجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کی صحت کا قطعی حکم نہیں دیا جاسکتا۔ اور جس کی صحت کا حکم نہ کریں اس کو قرآن میں پڑھ نہیں سکتے اور نہ اِس کا منکر کافر ہے مگر بلا شک انکار بُرا ہے۔

③ لغت وعربیت سے، جس پر قرآن نازل ہے، بہر وجہ خلاف اگر ثقہ سے مروی ہو، وہ نہ قبول کی جائے گی اور نہ پڑھی جائے گی۔ [ص:۱۰۶]

◉ نیز محقق کہتے ہیں:

’’بعض متاخرین نے صحتِ قراءۃ کے لیے رسم وعربیت کی موافقت کے ساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحتِ سند کو کافی نہیں سمجھا وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہوسکتا مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہوجائے تو اس کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی بلکہ اس کا قبول کرنا بلا شرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے لیکن جب ہم حروف کے لیے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراءِ سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہوجائیں گی پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں نے ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کرلیا۔......الخ‘‘

نتیجہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں:

◉ باجماع متواتر۔

② ایک جماعت کے نزدیک متواتر کی پہلی قسم میں کوئی اِختلاف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم جن حضرات کو تواتراً پہنچی اُن کے طرق کا اس پر اِجماع ہونا چاہیے، ان دونوں اَقسام کے حروف کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر ناممکن ہے کہ یہ عربیت کی کسی وجہ اور رسم کے اِحتمالاً مطابق نہ ہوں اور اگر بالفرض محال خلاف ہوں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔

③ صحیح ومشہور، جن کو حضور نبی کریمﷺ سے ثقات وضابط وعادل بسندِ متصلہ روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو۔ اس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف وشاذ وباطل ہے۔ کَمَا مَرَّ

جمہور اہلِ اَدا اور اَکثر ائمہ قراءۃ نیز فقہا وغیرہ کے نزدیک قراءۃِ شاذہ سے نماز درست نہیں بلکہ شاذ کو قرآن اعتقاد کرکے یا بایہام قرآنیت پڑھنا بھی حرام ہے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تمہید میں اس پر اِجماع نقل کیا ہے۔ مدوّنہ میں کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اگر کوئی پڑھ لے تو اِعادہ کرے۔ یہی ابن شاسی رحمہ اللہ اور ابن حاجب رحمہ اللہ کہتے ہیں لیکن اَحکام شرعیہ اور اَدبیت کے لحاظ سے اُن کا پڑھنا اور مدوّن کرنا جائز ہے۔ الخ [ص:۱۰۹]

حدیثِ سبعہ اَحرف کی تفصیلی بحث

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشادِ گرامی: «إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ». [صحيح البخاري: ۴۹۹۸] حدیثِ متواتر ہے اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس پر مستقل رِسالہ تحریر فرمایا ہے اس حدیث پاک کو حضرت عمر، حضرت ہشام بن حکیم بن حزام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت اُبی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل، حضرت اَبوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت اَبوسعید خدری، حضرت حذیفہ بن الیمان، حضرت اَبوبکرہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت زید بن اَرقم، حضرت اَنس بن مالک، حضرت سمرۃ بن جندب، حضرت عمر بن اَبی سلمہ، حضرت اَبوجہم، حضرت اَبوطلحہ اور حضرت اُم اَیوب اَنصاریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رِوایت کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک روز منبر پر کھڑے ہوکر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہا میں اِن حضرات کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اَلفاظ سنے ہوں «إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ» وہ کھڑے ہوجائیں۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتنی بڑی جماعت مسجد میں کھڑی ہوگئی کہ جس کی گنتی نہیں ہوسکتی اور سب نے اس پر گواہی دی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اِس پر گواہ ہوں۔

اَحادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر اُمت کی سہولت کے واسطے قرآن کریم اَحرفِ سبعہ پر نازل فرمایا تھا کہ ہر بوڑھا، بچہ، مرد، عورت اپنے اپنے لغت پر تلاوت کرسکے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق قراءت کا ایک معنی لغات بھی ہے۔ اکثر محققین اور اَہل اَدا کے نزدیک اَحرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں، اور یہ صواب معلوم ہوتا ہے مگر اس پر اِجماع ہے کہ ہر حرف سات طرح نہیں پڑھا جاتا اور اس پر بھی اِجماع ہے کہ اس کا مدلول قراءِ سبعہ مشہورہ کی قراءات نہیں ہیں، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ نیز اس پر بھی اِجماع ہے کہ ان کی قراءاتِ اَحرف سبعہ میں داخل ہیں، چونکہ عرب کی لغات فصیحہ سات تھیں، اس لیے اُنہیں اَحرفِ سبعہ سے تعبیر کیا گیا جب کہ بعض کے نزدیک خاص عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اَحرف سبعہ سے مراد قراءِ سبعہ کی قراءات ہیں۔ یہ وہم ہے، کیونکہ قراءِ سبعہ کا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ اَقدس میں کوئی وجود نہیں تھا۔ حضرت ابن عامر رحمہ اللہ (۲۱ھ) میں، امام ابن کثیر رحمہ اللہ (۴۵ھ) میں، امام عاصم رحمہ اللہ بھی اس کے قریب، حضرت امام نافع رحمہ اللہ (۷۰ھ) میں اور حضرت امام کسائی رحمہ اللہ تقریباً (۱۱۹ھ) میں پیدا ہوئے، ابن عامر رحمہ اللہ نے کبار تابعین رحمہم اللہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور حضرت اِمام عاصم رحمہ اللہ نے کبار تابعین رحمہم اللہ سے حضرت ابن کثیر رحمہ اللہ نے تابعین رحمہم اللہ اور صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اِمام نافع رحمہ اللہ نے تابعین رحمہم اللہ سے ابوعمرو حمزہ نے تابعین رحمہم اللہ کے آخری طبقہ سے اور حضرت امام کسائی رحمہ اللہ نے تبع تابعین رحمہم اللہ سے قراءات پڑھیں اور ان حضرات کا زمانہ باعتبار اکثر دوسری صدی کا دور ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں ان کی قراءات موجود نہ تھیں۔

قراءاتِ سبعہ جن پر شاطبی نے اِقتصار کیا اور قراءاتِ ثلاثہ یعنی اَبوجعفر و یعقوب و خلف رحمہم اللہ کی قراءتیں متواترہ، معلومہ اور ضرورتِ دین سے ہیں اور اسی طرح ہر وہ حرف جس کو عشرہ میں سے کوئی روایت کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر منزل من اللہ اور ضروریاتِ دین سے ہے۔ اور یہ قراءات صرف انہی اَشخاص کے لیے متواتر نہیں ہیں جنہوں نے ان کو روایتہً پڑھا ہو بلکہ ہر مسلمان کے لیے، جو کلمہ ''أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' کہے خواہ ایسا عامی ہو جس نے قرآن کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو، متواتر ہیں۔ [ص:۱۲۴]

عنایاتِ رحمانی میں اِمام القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اِرشاد فرماتے ہیں:

علامہ دانی رحمہ اللہ، اکثر محققین اور جمہور اہل اَدا کی رائے کے مطابق سات حروف سے سات لغات مراد ہیں، ان کے خیال کے مطابق ان سات قراءِ سبعہ کی قراءتیں مراد نہیں ہیں، کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات حروف کی حدیث اِرشاد فرمائی تھی اس وقت قراءِ سبعہ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ان کی قراءتوں کو سب سے پہلے چوتھی صدی میں ابوبکر ابن مجاہد رحمہ اللہ نے جمع کیا، قراءِ سبعہ کی قراءتیں بھی ان سات حروف میں داخل ہیں۔'' [ص۲۹، ج۱]

حضرت علامہ ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے رسالہ 'تشنیف السمع بمعنی الأحرف السبع' میں رقمطراز ہیں:

الف جبریل علیہ السلام نے اولاً ایک ہی طریقہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھایا۔

ب پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اُمت کو بھی اسی طریقہ پر قرآن پڑھائیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی کی جائے میری اُمت اس سے عاجز ہے۔ تو سات طریقوں سے پڑھنے کی اِجازت دی گئی۔ یہ درخواست حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر ہجرت کے بعد کی ہے، جبکہ اہل عرب اِسلام میں کثرت سے داخل ہونے لگے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہجرت سے پہلے صرف ایک ہی طریقہ پر قراءت تھی۔

ج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ میں اُمی قوم کی طرف مبعوث ہوا ہوں جن میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے لکھا پڑھا نہیں، اور ان میں بوڑھی عورتیں، بوڑھے مرد اور لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں (جو اپنی زبان کو جلدی نہیں بدل سکتے)۔

د اَب یہ گفتگو باقی رہی کہ سبعہ اَحرف (یعنی ان سات طریقوں) سے کیا مراد ہے، جن کی ہجرت کے بعد اِجازت دی گئی، اور وہ طریقہ کون سا تھا جس پر اَوّلاً قرآن نازل ہوا، سو محققین اُمت کا قول یہ ہے کہ قرآن اَوّلاً قریش کے لغت پر نازل ہوا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی زبان تھی چنانچہ قرآن میں بھی اِرشاد ہے۔

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ﴾ [ابراھیم:۴]

''ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی ہی زبان میں تا کہ اُن کو سمجھا سکے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش تھی، پس ضرور ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہو اور حدیث میں بھی حضرت عمرو حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا قول موجود ہے کہ قرآن لغتِ قریش میں نازل ہوا ہے۔

پس اَوّلاً قرآن کا نزول لغتِ قریش میں ہوا اور ہجرت سے پہلے چونکہ اِسلام لانے والے زیادہ تر اَہل مکہ تھے جو سب قریش تھے یا قریش کی زبان میں تکلم کرنے والے تھے، اس لیے عرب کے دوسرے لغات میں پڑھنے کی ضرورت نہ تھی، پھر ہجرت کے بعد چونکہ دوسرے قبائل عرب بھی اِسلام میں داخل ہونے لگے تھے اور گو تمام قبائل عرب کی مشترک زبان عربی تھی، مگر تلفظ و اعراب میں بہت کچھ اِختلاف تھا مثلاً قریش 'حَتّٰى حِيْنٍ' کو حاء سے پڑھتے تھے اور ھذیل 'عَتّٰى حِيْنٍ' عین کے ساتھ پڑھتے تھے، قریش ﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ﴾ [الکوثر:۱] پڑھتے، اور بعض قبائل 'أَعْطَيْنَا' کو 'أَنْطَيْنَا' پڑھتے یعنی بجائے عین کے نون اَدا کرتے تھے، لغتِ قریش میں حروف مضارع کو فتح یا ضمہ ہوتا ہے بعض قبائل ان کو کسرہ سے پڑھتے تھے مثلاً: 'تَعْلَمُوْنَ' کو 'تِعْلَمُوْنَ' کہتے، لغت قریش میں ہمزہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ایک حرف ہے اور بعض قبائل ہمزہ بالکل اَدا نہ کرتے تھے، (اور اس اِختلاف کی نظیر ہر زبان میں موجود ہے، مثلاً دہلی اور لکھنو کی اُردو زبان میں اختلاف ہے، ایک کھارا پانی کہتا ہے ایک کھاری پانی بولتا ہے، کوئی میٹھا دہی کہتا ہے کوئی میٹھی دہی، اسی طرح کسی جگہ چھاچھ بولتے ہیں کہیں مٹھا کسی جگہ چھالیہ بولتے ہیں کہیں ڈلی یا سپاری کہتے ہیں، دہلی والے عموماً ھاء کو یاء بولتے ہیں، مثلاً میں جارہا تھا میں یہ کہہ رہا تھا اور لکھنو والے اس طرح نہیں بولتے) اور قاعدہ ہے کہ مادری زبان کا دفعۃً بدل جانا دشوار ہے، گو پوری کوشش اور اِہتمام سے کام لیا جائے تو ممکن ہے، مگر قدرے دشوار ضرور ہے خصوصاً ایسی قوم کے لیے جس میں لکھنے پڑھنے کا رواج بالکل نہ ہو، بلکہ محض سننے سنانے پر مدار ہو۔ اور ان کے یہاں قرآن کا مدار محض اسی پر تھا، لکھنے پڑھنے والے بہت کم تھے، بس جتنا قرآن جس کے پاس تھا وہ حفظ ہی میں تھا، اور اس حالت میں دوسرے قبائل اپنے تلفظ ہی کے موافق قرآن کو پڑھتے تھے دفعۃً لغت قریش اور تلفظ قریش کو اَدا نہ کرسکتے تھے (جیسا کہ لکھنو والا دفعتاً دلّی کے محاورات میں گفتگو نہیں کرسکتا، اگر وہ اُردو کا کوئی مضمون لکھ کر دیکھ کر نہ پڑھے بلکہ یادداشت سے پڑھے تو ضرور اپنے لکھنوی تلفظ اور محاورات سے اس کو اَدا کرے گا، ہاں کوشش کے ساتھ یاد کرنے سے بہت جگہ دہلی کے محاورات کو ملحوظ رکھنا ممکن ہے، لیکن کہیں کہیں اس کی مادری زبان کا تلفظ بھی ضرور اَدا ہوگا۔

اس لیے حضور ﷺ نے اس سے درخواست کی کہ چونکہ اَہلِ عرب زیادہ تر اُمی ہیں اور اُن کے تلفظ واعراب مختلف ہیں تو دفعۃً سب کو لغتِ قریش کا مکلّف کرنے میں اَندیشہ ہے کہ ان سے ان میں کوتاہی ہوگی اور اس کوتاہی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہوں گے، اس لیے اس میں توسیع فرمائی جائے، چنانچہ درخواست منظور ہوئی اور سات طریقوں سے قرآن پڑھنے کی اِجازت دی گئی اور ان سات طریقوں سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں، جن کے نام بھی روایات میں مذکور ہوئے ہیں، یعنی اس کی اِجازت دی گئی کہ جو شخص لغتِ قریش میں قرآن کا تلفظ نہ کرسکے وہ ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے تلفظ میں قرآن کے الفاظ کو اَدا کرلیا کرے اور غالباً سات لغات میں اِنحصار اس لیے کیا گیا کہ ان کے سوا دوسرے قبائل کا تلفظ فصیح نہ تھا، یا یہ کہ ان قبائل کے تلفظ کے تابع دوسرے قبائل تھے، اس لیے زیادہ توسیع کی ضرورت نہ تھی، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لغتِ قریش کے علاوہ جو چھ لغات ان میں تھے ان میں حقیقۃً قرآن کا نزول نہیں ہوا، بلکہ حقیقی نزول لغتِ قریش میں تھا، مگر چونکہ سہولت کے لیے دوسرے چھ قبائل کے تلفظ میں بھی قرآن پڑھنے کی اِجازت دے دی گئی تھی اس لیے حکماً وہ بھی منزل من اللہ ہوگئے۔

”فکل ما ورد فيه أن القرآن أنزل على سبعة أحرف، أو قال لرجلين قراءتهما مختلفة هكذا أنزلت محمول على التوسع في الكلام بطريق التجوز، أي أن كلها منزلة حكماً. “

نیز رِوایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سات لغات میں پڑھنا ہر شخص کی رائے پر نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سن کر پڑھنے کی اِجازت تھی، حضور ﷺ نے خود دوسرے لغات میں پڑھ کر بتلایا تھا کہ لغتِ قریش کے سوا ان لغات میں اس طرح بھی پڑھنا جائز ہے۔

ھ بخاری کی حدیث میں ’ فاقرءوا ما تيسر منه‘ سے مفہوم ہوتا ہے کہ لغت قریش کے علاوہ دوسری لغات میں پڑھنا واجب نہ تھا صرف جائز تھا اور اس کا منشاء وہی ہے کہ دوسرے لغات کی اِجازت سہولت اور تیسیر کے لیے دی گئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا کہ قرآن کا نزول اَوّلاً لغتِ قریش میں ہوا ہے اور ہجرت سے پہلے زمانہ قیام مکہ میں تیرہ سال تک ایک ہی قراءت اور ایک ہی لغت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہی لغت میں مسلمانوں کو قرآن سکھلایا، پھر مدینہ میں ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں توسع کی درخواست کی جو منظور ہوئی، ان سب اُمور کو صحابہ جانتے تھے کہ قرآن کی اَصلی لغت ،قریش کی لغت ہے اور دوسری لغات کی اِجازت عارضی بغرض تیسیر ہے اور جو حکم عارضی کسی خاص غرض کے لیے ہوتا ہے وہ حصولِ غرض تک محدود ہوتا ہے، پس جب غرض حاصل ہوگئی اور اہلِ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج ہوگیا، اِدھر دوسرے قبائل کا اِختلاط بھی قریش سے زیادہ ہوگیا اور اب سب کو لغتِ قریش میں قرآن پڑھنا آسان ہوگیا ہے، اِدھر یہ دیکھا گیا کہ جن لغات میں قرآن پڑھنے کی اِجازت ،سہولت وتیسیر کے لیے دی گئی تھی اب ان کا باقی رکھنا موجبِ اختلاف اور سبب فتنہ بن رہا ہے کہ دوسرے قبائل کے لوگ اپنے ہی طریقہ کو صحیح اور دوسرے طریقوں کو غلط کہتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں تو صحابہ نے اِجماع کے ساتھ اس پر اِتفاق کرلیا کہ اب دوسری قراءتوں کو باقی رکھنا مناسب نہیں، بلکہ قرآن کو صرف لغت قریش پر جمع کرنا چاہیے، چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام اَجلّہ صحابہ کے اتفاق سے صرف ایک قراءت اور ایک ہی لغت پر قرآن جمع کیا گیا کہ یہی قرآن کی اصلی زبان تھی اور بقیہ زبان میں قرآن کا پڑھنا بند کردیا گیا کہ وہ عارضی زبان تھی جو خاص غرض کے لیے جائز کی گئی تھی اور اب وہ غرض حاصل ہوگئی۔

ز اِس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ اَحرفِ سبعہ سے مراد وہ قراءاتِ سبعہ نہیں ہیں جو اس وقت قراء میں رائج اور شاطبیہ وغیرہ میں مدوّن ہیں، کیونکہ یہ قراءاتِ سبعہ سب کے سب لغت قریش کے موافق ہیں، دوسرے لغات عرب ان میں موجود نہیں ہیں۔ رہا یہ سوال کہ لغت قریش میں قراءاتِ سبعہ کیوں ہیں، ایک ہی قراءت کیوں نہ ہوئی، سو اللہ تعالیٰ کے اسرار کو پوری طرح کون سمجھ سکتا ہے۔ لیکن محققین کی برکت سے جو حکمت معلوم ہوتی ہے اس کو عرض کرتا ہوں۔ اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ تھوڑے لفظوں میں بہت سے اَحکام بیان ہوجاتے ہیں، اگر اختلاف قراءات نہ ہوتا تو اس حکم کے لیے جو قراءات کے اِختلاف سے ظاہر کیا گیا ہے، مستقل آیت نازل ہوتی، اور اس طرح قرآن بھی انجیل وتورات کی طرح ضخیم کتاب کی صورت اِختیار کرجاتا، اور قرآن کے حفظ میں دشواری ہوجاتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اَحکام کو ایک ہی آیت میں چند قراءتیں نازل کرکے بیان فرما دیا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ قرآن کو معجزہ قرار دیا گیا تھا اور بلغاء وفصحاء عرب سے اس کی نظیر کا مطالبہ کیا گیا تھا اور عام طور پر انسان کے کلام بلیغ وفصیح کا حال یہ ہے کہ اگر اس میں کچھ تغیر کیا گیا تو اس کی فصاحت وبلاغت میں فرق آجاتا ہے، اور یہ تو ضرور ہے کہ تغیر کے بعد دونوں میں ایک درجہ کی بلاغت نہیں رہتی بلکہ ایک میں فصاحت زیادہ دوسرے میں کم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت پست کرنے کے لیے قرآن میں بعض الفاظ کو کئی کئی طرح استعمال فرمایا اور دکھلا دیا کہ کسی کی فصاحت وبلاغت میں ذرہ برابر فرق نہیں اور جس طرح بھی پڑھا جائے ہر حالت میں یہ کلام معجزہ ہے اور یقیناً یہ اَمر متکلم کی اعلیٰ درجہ کی قدرت کلامی کی دلیل ہے کہ وہ فصاحت وبلاغت پیدا کرنے میں ایک ہی طرز کا محتاج نہیں بلکہ وہ کئی کئی طرح تکلم کرکے بھی کلام کو ایک ہی درجہ پر فصیح وبلیغ رکھ سکتا ہے۔ رہا یہ کہ وہ خاص خاص اَلفاظ کہاں کہاں قرآن میں وَارِد ہیں تو اس کے معلوم کرنے کی ضرورت اب نہیں رہی، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں تمام اَہل عرب قرآن کو لغتِ قریش میں پڑھنے پر قادر ہوگئے تھے اور یہ حالت دیکھ کر صحابہ نے قرآن کو لغت قریش ہی پر جمع کیا اور بقیہ لغات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جمع نہیں کیا بلکہ ان میں قرآن کے پڑھنے سے لوگوں کو روک دیا گیا، کیونکہ اس کی اِجازت عارضی تھی اور اب ضرورت باقی نہیں رہی جیسا کہ اُوپر تفصیل کے ساتھ اس کے دلائل مذکور ہو چکے، قراءت منزل من اللہ صرف ایک تھی، یعنی لغتِ قریش اور حضور ﷺ کی درخواست سے جو دوسرے لغات عرب میں قراءت کی اجازت مل گئی ان کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حضور ﷺ نے بیان فرما دیا اس لیے وہ بھی حکماً منزل تھیں، حقیقۃً ان کا نزول نہیں ہوا، اور نہ ان کے نزول کی ضرورت تھی، کیونکہ اہلِ عرب خود جانتے تھے کہ اس لفظ کو قریش کس طرح بولتے ہیں اور دوسرے قبائل کس طرح۔ نیز حضور ﷺ بھی تمام لغات عرب سے واقف تھے کہ وہ کہاں کہاں قریش کے تلفظ سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس پر یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے برابر مخلوق کا کلام نہیں ہوسکتا، پھر کلام الٰہی میں حضور ﷺ نے کیوں دخل دیا، کیونکہ حضور ﷺ کا یہ دخل خدا تعالیٰ کی اجازت سے تھا، اور اس دخل کا حاصل یہ نہیں تھا، کہ کلام الٰہی میں زیادت یا کمی کی گئی، بلکہ کلام الٰہی کے الفاظ میں دوسرے قبائل کو اِجازت دی گئی کہ وہ ان کو اپنے تلفظ کے موافق اَدا کرلیں، (جیسا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اجازت ہے کہ جب تک ان کا تلفظ صحیح ہو اس وقت تک الحمد کو الھمد اور انعمت کو انأمت اور غیر المغضوب علیھم والضالین کو غیر المغذوب علیھم والدوالین پڑھ لیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنے غلط تلفظ میں بھی کلام الٰہی کو ہی پڑھتے ہیں، کوئی اور کتاب نہیں پڑھتے، یہی حال اس تلفظ کا تھا جس کی اِجازت حضور ﷺ کی دعا سے ہوئی کہ سات لغات میں قرآن کو پڑھ لو، اِتنا فرق ہے کہ اہلِ عرب کے تلفظ میں کہیں لفظ بدلتا تھا، کہیں اِعراب بھی بدلتے تھے۔

رہا یہ سوال کہ قراءات منزل من اللہ میں کیا تکلیف تھی الخ، تو اس سوال کا جواب ہمارے ذِمہ نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس تکلیف کا احساس فرمایا اور اس کو تکلیف سمجھا، ہمیں اگر اس کا احساس نہ ہو تو ہمیں اس کے سمجھنے کی بھی ضرورت نہیں، لیکن پھر بھی میں نے تبرعاً اس کی اُوپر مثال لکھ دی کہ جیسے دہلی والوں کے لیے لکھنؤ کا تلفظ اِختیار کرلینا دفعتاً سہل نہیں، یہی حال قبائلِ عرب کا تھا، رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ:۲۸۶] تو حق تعالیٰ نے اس تکلیف کا لحاظ کیوں نہیں فرمایا، کہ حضور ﷺ کی دعا کی ضرورت ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک لغت میں سب قبائل کا قرآن پڑھنا گو دشوار تھا مگر قدرت و اختیار سے باہر نہ تھا اگر قدرت و اختیار سے باہر ہوتا تو بعد میں سب کو لغت قریش کیونکر آسان ہوگیا اور یقیناً جو کام انسان ایک مہینہ کے بعد کرسکتا ہے وہ پہلے دن بھی اس کے اختیار سے باہر نہیں گو پہلے دن میں اس کا بجا لانا زیادہ دشوار ہو، پس حق تعالیٰ کا حکم ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف ہرگز نہ تھا البتہ حضور ﷺ نے اس میں زیادہ سہولت کی درخواست کی۔ اور اگر فرض کرلیا جائے کہ لغتِ قریش کا دفعۃً سیکھ لینا دیگر قبائل کی قدرت سے خارج تھا تب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف نہ تھا، کیونکہ اس صورت میں ایک قراءت کے واجب ہونے کا حاصل یہ ہوتا کہ جب تک یہ قراءت صحیح طور پر حاصل نہ ہو اس وقت تک نمازیں درست نہ ہوں گی، بعد میں ان نمازوں کی قضا واجب ہوگی اور یہ قدرت سے باہر نہ تھا ہاں اُمت پر گرانی ہوتی، حضور ﷺ نے اس کو رفع کرنے چاہا۔ یا اس کا حاصل یہ ہوتا کہ جو قبائل قرآن کو قریش کے تلفظ میں ادا نہیں کرسکتے وہ جب تک قریش کے تلفظ کو نہ سیکھ لیں اس وقت تک خود قرآن نہ پڑھیں، نہ ایسا شخص اِمام بنے، بلکہ ان قبائل کو چاہیے کہ وہ کسی قریشی مسلمان کو اپنے یہاں لے جا کر رکھیں، اس سے قرآن سنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں اور اسی کو امام بنایا کریں۔ یہ قدرت سے باہر تو نہ تھا مگر گراں ضرور تھا۔ حضورﷺ نے اس مشکل کے رفع کی درخواست کی، جیسا کہ پچاس نمازوں سے پانچ تک تخفیف کی درخواست کی تھی ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶] کے خلاف وہ حکم بھی نہ تھا، کیونکہ پچاس نمازیں قدرت سے باہر نہیں ہاں گرانی ضرور ہوتی اسی طرح اس کو سمجھو۔ [امداد الاحکام: ص۲۶۳ تا ۲۶۷، ص ۲۶۹ تا ۲۷۱]

اَحرفِ سبعہ سے متعلق ایک دوسرا نظریہ

حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس تفصیل سے قراءاتِ عشرہ کی حجیت وقطعیت اور قرآنیت واضح ہے اور ساتھ ہی حدیثِ سبعہ اَحرف کی جو تشریح آپ نے فرمائی ہے اس کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس سے مراد مختلف قبائل کی لغات ہیں۔ قرآن کریم کا حقیقی نزول اگرچہ ایک ہی لغت، لغت قریش پر ہوا لیکن اُمت کی تیسیر اور آسانی کے لیے اُنہیں اِبتدا میں دیگر لغات میں پڑھنے کی اِجازت بھی دے دی گئی تھی، اس طرح ان کا نزول حکماً تھا۔ بعد میں جب تمام قبائل کے لیے لغتِ قریش میں پڑھنا ممکن ہوا تو باقی لغات میں تلاوت کی اِجازت منسوخ کردی گئی اور صرف لغت قریش میں پڑھنے کا حکم باقی رکھا گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشاورت سے لغت قریش میں ہی جمع فرمایا۔ قراءتِ سبعہ وعشرہ یہ سب اسی لغت قریش پر ہی ہیں۔ حضرت علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف بھی یہی نظریہ منسوب ہے کہ حضرت عثمان رحمہ اللہ کے مصحف میں صرف ایک حرف پر قرآن کریم کو جمع فرمایا گیا ہے اور باقی حروف باقی نہیں رہے لیکن حضرت امام مالک رحمہ اللہ، علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، علامہ ابوالفضل راسی رحمہ اللہ، قاضی اَبوبکر رحمہ اللہ، ابن طیب رحمہ اللہ، اِمام ابوالحسن اَشعری رحمہ اللہ، قاضی عیاض رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ اَبوالولید باجی رحمہ اللہ، حضرت امام غزالی رحمہ اللہ، ملاعلی قاری رحمہ اللہ (محققِ اعظم فی القراءات محمد بن الجزری رحمہ اللہ) جیسے علمائے کرام نے اس نظریے سے شدید اختلاف کیا ہے اور وہ اس پر متفق ہیں کہ ساتوں حروف آج بھی محفوظ اور باقی ہیں۔ عرضۂ اَخیرہ کے وقت جتنے حروف باقی رہ گئے تھے ان میں سے کوئی نہ منسوخ ہوا نہ اُسے ترک کیا گیا بلکہ محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کو اپنے سے پہلے علماء کا مسلک قرار دیا ہے۔ علمائے متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرت اَنور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے نیز مصر کے مشہور مفتی علامہ محمد بخیت مطیعی رحمہ اللہ، علامہ حضرت دمیاطی رحمہ اللہ، شیخ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو اِختیار کیا ہے لہٰذا دلائل سے قطع نظر محض شخصیات سے بھی یہ قول بڑا وزنی ہے۔ [علوم القرآن: ص۱۳۶]

سبعہ اَحرف اور اختلافِ قراءات کے متعلق بحث کرتے ہوئے حضرت محقق العصر علامہ محمد تقی عثانی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''پورے ذخیرۂ اَحادیث میں ہمیں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک سات حروف کا اختلاف اور دوسرے قراءتوں کا اختلاف۔ اس کے بجائے بہت سی رِوایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک چیز ہیں، کیونکہ ایک ہی قسم کے اختلاف پر بیک وقت 'اختلاف قراءت' اور 'اختلافِ اَحرف' دونوں اَلفاظ کا اختلاف کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنت بالمسجد، فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه، فلما قضينا الصلوة، دخلنا جميعا على رسول الله ﷺ. فقلت: إن هذا قرأ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر، فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه، فأمرهما رسول الله ﷺ فقرءا فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كنت في الجاهلية، فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني، ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله فرقا. فقال لي: «يَا أُبَيُّ! إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.» [صحيح مسلم: ٨٢٠]

''میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اُبی میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمایئے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

اِس روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں اَشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلافِ قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہدِ رسالت میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اِجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اَحرفِ سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ حروفِ سبعہ کا جتنا حصہ عرضۂ اَخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سارے کا سارا عثمانی مصاحف میں محفوظ کرلیا گیا تھا اور وہ آج تک محفوظ چلا آتا ہے، نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی۔ [علوم القرآن: ص۱۳۸ تا ۱۴۰]

اس پورے بیان سے معلوم ہوگیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مصاحف عثمانیہ میں حرف ولغت قریش کے علاوہ دیگر لغات واَحرف کو بالکلیہ منسوخ نہ فرمایا تھا بلکہ صرف بالجزئیہ فقط اُنہی لغات کو موقوف فرمایا تھا جو قریش کے ہاں معتبر ومتداول ومستعمل نہ تھے۔ باقی بالأغلبیہ ان احرف ولغات ستہ کو یقیناً ثابت و باقی رکھا تھا جو قریش کے نزدیک معتبر ومتداول ومستعمل تھے۔ نیز اس تقریر سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ محض سطحی نظر سے جو بعض علمائے کرام یہ فرما دیا کرتے ہیں کہ عہدِ عثمانی میں صرف ایک ہی لغت باقی رہ گیا تھا اور باقی سب لغات ختم ہوگئے تھے، اس لیے آج اختلاف قراءات کی گنجائش نہیں، یہ بات سراسر خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ جملہ قراءات عشرہ لغت قریش اور باقی لغات ستہ فصیحہ معتبرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عند قریش کی روشنی میں عرضۂ اَخیرہ والے سبعہ لغات وسبعہ وجوہ اِختلافِ قراءت کے مطابق مدوّن ہوئی ہیں، جو حضور ﷺ نے آخری سال وفات میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ ماہ رمضان المبارک میں فرمایا تھا۔ اس مضمون کی مزید تفصیلات وتحقیقات ناچیز راقم کی تازہ ترین تالیف 'دفاعِ قراءات' میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے بقول دورِ عثمانی میں سبعہ اَحرف میں سے صرف ایک قریشی حرف ہی کو باقی رکھا گیا تھا اور باقی غیر قریشی چھ اَحرف کو موقوف قرار دے دیا گیا تھا پھر سبعہ اَحرف کی بقائیت کا قول کیونکر درست ہوا؟

الجواب: طبری رحمہ اللہ نے جمع عثمانی میں سبعہ اَحرف میں سے جو صرف ایک ہی حرف قریش کے بقاء کا قول کیا ہے طبری رحمہ اللہ کے یہاں راجح اور آخری تحقیق کے مطابق اس کا مقصد یہ ہے کہ ابتدائے اِسلام میں بدوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رِعایت رکھتے ہوئے سات کلمات ولغات کی حد تک ہم معنی متبادل کلمہ ولغت پڑھنے کی اِجازت تھی۔ لیکن پھر اوّلاً حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں یہ اِجازت ختم کردی گئی اس کے بعد ثانیاً جمع عثمانی کے وقت ان ستہ مترادفات کی منسوخیت کی مزید اشاعت وتشہیر کی گئی اَب خاص اس ایک ہی قریشی کلمہ مترادفہ کے پڑھنے کی اجازت ہے جس کے مطابق اوّلاً قرآن کریم نازل ہوا تھا مثلاً ھلمّ کی جگہ تعال پڑھنے کی اِجازت قطعاً موقوف قرار دے دی گئی۔ علامہ طبری رحمہ اللہ قطعاً اس کے قائل نہیں کہ 'سبعہ لغات غیر مترادفات' اور 'سبعہ وجوہ واَنواعِ اختلاف قراءت' میں سے بھی صرف ایک ہی قریشی لغت اور صرف ایک ہی اختلافی وجہ قراءت پڑھنے کی اجازت ہے اور باقی چھ لغات اور چھ اختلاف وجوہ قراءات ختم کردی گئی ہیں۔ اس کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ علامہ طبری رحمہ اللہ نسخ مترادفات ستہ کے باوجود اختلافِ قراءات کے یقیناً قائل ہیں۔ جیسا کہ

① تفسیر طبری میں مختلف قراءات کا تذکرہ موجود ہے۔

② نیز طبری مقدمہ کتاب المبانی ص ۲۳۰ میں فرماتے ہیں:

”إن القراءات التي تختلف بها المعاني صحيحة منزلة من عند الله ولكنها خارجة من هذه السبعة الأحرف.“

یہ سب قراءات جن میں معانی بھی مختلف ہوجاتے ہیں صحیح اور منجانب اللہ نازل شدہ ہیں، لیکن بایں ہمہ یہ ان سبعہ اَحرف (بمعنی کلمات مترادفہ مختلفۃ المادۃ) سے خارج وجداگانہ ہیں۔

③ نیز خود طبری قراءۃِ حمزہ اور رِوایت ورش بطور خاص پڑھا پڑھایا کرتے تھے۔ [مقدمہ تفسیر طبری ص ۱۴]

④ بلکہ طبری نے 'الجامع' نامی ایک بڑی کتاب قراءات پر تالیف کی جس میں بیس سے زائد قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔ [النشر: ۱/۳۴]

ظاہر ہے کہ یہ تمام قراءتیں 'سبعہ لغاتِ غیر مترادفہ' اور 'سبعہ اَنواع اِختلاف قراءات' کی روشنی ہی میں مدون ہوکر معرض وجود میں آئی ہیں لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ طبری کے یہاں بھی 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ مترادفات' اور 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات غیر مترادفہ' اور 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَنواع اِختلاف قراءات' تین مستقل اَنواع واَقسام کی اَحادیث ہیں جن میں سے 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ مترادفات' والی اَحادیث تو صرف اِبتدائے اسلام کے زمانے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمول تھیں اوراس کے بعد موقوف و منسوخ ہوچکی ہیں۔لیکن 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات غیر مترادفہ' نیز 'سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ اَنواع اختلاف قراءات' والی اَحادیث اب بھی یقیناً معمول و باقی ہیں اور یہ لغات واختلاف قراءاتِ عرضۂ اَخیرہ اور قریشی لغات کی روشنی میں بدستور موجود ہیں،قطعاً منسوخ نہیں ہیں۔ چنانچہ خود علامہ طبری رحمہ اللہ نے 'کتاب القراءات' میں اپنی تحقیقی رائے کی ترجمانی یوں فرمائی ہے:

"كل ما صح عندنا من القراءات أنه علمه رسول الله ﷺ لأمته من الأحرف السبعة التي أذن الله له ولهم أن يقرءوا بها القرآن، فليس لنا أن نخطئ من قرأ إذا كان ذلك به موافقا لخط المصحف." [الإبانة:ص۱۲،۲۰]

''ہر وہ قراءات جس کے متعلق بروئے صحت یہ بات ہمارے نزدیک ثابت ہوچکی ہو کہ حضور اَقدس ﷺ نے اپنی اُمت کو اس کی تعلیم دی ہے وہ ان اَحرفِ سبعہ میں سے ہے جن کے موافق اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی اُمت کو تلاوت قرآن کی اجازت عنایت فرمائی لہٰذا جب کوئی شخص ایسی قراءات پڑھے بشرطیکہ وہ رسم عثمانی کی موافقت کرنے والا ہو ہمیں قطعاً اس کی تغلیط کا حق نہیں پہنچتا، واللہ يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

[حیات ترمذی مؤلفہ راقم الحروف:ص۶۸۰ تا ۶۸۲]

حاصلِ کلام اور حرفِ آخر

اَحرفِ سبعہ سے کیا مراد ہے اور یہ کہ اب وہ باقی ہیں یا نہیں اور قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کا تعلق کس لغت سے ہے تفصیل بالا سے واضح ہے کہ اس میں حضرات اہل علم کے مابین شدید اِختلاف پایا جاتا ہے علامہ دانی رحمہ اللہ ،اکثر محققین اور جمہور اہل اَدا کے نزدیک اَحرفِ سبعہ سے مراد مختلف قبائل کی سات لغات ہیں اور علامہ طبری رحمہ اللہ اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اَحرفِ سبعہ میں سے اب صرف ایک حرف باقی ہے دیگر اَحرف ستہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں منسوخ ہوگئے تھے، اب وہ باقی نہیں رہے۔ ہمارے اَکابر میں سے حضرت علامہ ظفر اَحمد عثمانی رحمہ اللہ کی رائے گرامی بھی یہی ہے خود احقر کے والد ماجد فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ جو اپنے دور میں ایک جید عالم دین اور عظیم فقیہ ومفسر ہونے کے ساتھ قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ کے باقاعدہ قاری اور حضرت شیخ القراء جناب قاری محی الاسلام رحمہ اللہ کے خاص تلمیذ رشید تھے ان کی رائے بھی یہی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے علامہ شمس الحق اَفغانی رحمہ اللہ سے متعلق اپنے مقالہ 'حضرت مولانا افغانی کی تفسیری خدمات' میں اس کا اِظہار بھی فرمایا ہے۔لیکن اس کے برعکس جمہور علماءِ کرام کا ایک دوسرا طبقہ جس کا تفصیلی ذکر علوم القرآن کے حوالہ سے گزر چکا ہے، ان کا نظریہ یہ ہے کہ اَحرف سبعہ اب بھی باقی ہیں۔لیکن یہ ایک خالص علمی اور نظریاتی اِختلاف ہے اس سے اس حقیقت ثانیہ، کہ قرآن کریم چودہ سو سال سے آج تک بغیر کسی اَدنیٰ تغیر وتبدل، اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے تحت محفوظ چلا آرہا ہے اور اس کی جتنی قراءتیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں، پر ذرا بھی اَثر نہیں پڑتا۔حضرت علامہ محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے اس بارہ میں نہایت صائب اور فیصلہ کن بات تحریر فرمائی ہے:

''یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے اور عملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت وصداقت اور اس کے بعینہٖ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی اَثر بھی مرتب نہیں ہوتا۔'' [علوم القرآن:۱۵۶]

سردست ہم اس تحریر پر اکتفاء کرتے ہیں، اُمید ہے کہ حصولِ مطلوب میں یہ کافی ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی وحوالہ جات

① عن ابن عباس مرفوعا قال: «أقرأني جبريل على حرف فراجعته، فلم أزل أستزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف». [أخرجه البخاري:۲/۷۴۶،م الحسن]

② وفی رواية مسلم عن أبي ابن كعب بلفظ أن النبي ﷺ كان عند أضاة بنی غفار فأتاه جبريل فقال: «إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرف»، فرددت إليه أن هون على أمتي. وفی رواية له إن أمتي لا تطيق ذلك. [صحیح مسلم:۲۷۳/۱،م،آرام باغ کراچی]

③ وللترمذی من وجه آخر أنه ﷺ قال: «يا جبريل! إنی بعثت إلی أمة أميين منهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذي لم يقرأ كتابا قط». الحديث [جامع الترمذی:۱۲۲/۲،م الحسن]

④ وأخرج البخاري عن عمر في قصة طويلة، فقال رسول الله ﷺ: «إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرءوا ماتيسر منه». [صحیح البخاری:۷۴۷/۲، م الحسن]

⑤ وقال تعالیٰ: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ﴾[ابراهيم:٤]

⑥ وأخرج البخاري عن عثمان أنه قال للرهط القرشيين الثلاثة: "إذا اختلفتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم." ففعلوا. [صحیح البخاری:۷۴۶/۲،م الحسن]

⑦ وأخرج أبوداؤد من طريق كعب الأنصارى أن عمر كتب إلى ابن مسعود: "أن القرآن نزل بلسان قريش فأقرئ الناس بلغة قريش، لا بلغة هذيل." وعن عمر أيضا أنه قال: "إذا اختلفتم في اللغة فاكتبوها بلسان مضر." [سنن ابوداؤد:۴۲۰/۲،م دہلی]
أخرجه الحافظ في الفتح وعزاه إلى ابن أبی داؤد في المصاحف وزياداته في الفتح صحاح وحسان.

⑧ وأخرج البخاري وحذيفة أنه أفزعه اختلافهم في القراء ة فقال حذيفة لعثمان: يا أمير المؤمنين! أدرك هذه الأمة قبل أن يختلفوا في الكتاب اختلاف اليهود والنصارىٰ. الخ. قال الحافظ: وفي رواية يونس فتذاكروا القرآن فاختلفوا فيه حتى كاد يكون بينهم فتنة. وفي رواية عمارة بن عزية أن حذيفة قدم من غزوة، فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان، فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس. قال: وما ذاك؟ قال: غزوت أرمينية فإذا أهل الشام يقرءون بقراءة أبي بن كعب فيأتون بما لم يسمع أهل العراق، وأهل العراق يقرءون بقراءة عبدالله بن مسعود فيأتون بما لم يسمع أهل الشام، فيكفر بعضهم بعضا. وأخرج ابن أبي داؤد في المصاحف من طريق أبي قلابة، قال: لما كان في

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلافة عثمان جعل المعلم يعلم قراءة الرجل والمعلم قراءة الرجل فجعل الغلمان يتلقون فيختلفون، حتى ارتفع ذلك إلى المعلمين، حتى كفر بعضهم بعضا، فبلغ ذلك عثمان، فخطب فقال: أنتم عندي تختلفون فمن نأى مني من الأمصار أشد اختلافا.

⑨ وأخرج ابن أبي داؤد بإسناد صحيح من طريق سويد بن غفلة قال: قال علي: "لاتقولوا في عثمان إلا خيرا. فقال: فو الله ما فعل الذي فعل في المصاحف إلا عن ملأ منا. قال: ما تقولون في هذه القراءة فقد بلغني أن بعضهم يقول: إن قراءتي خير من قراءتك وهذا يكاد أن يكون كفرا. قلنا: فما ترى؟ قال: أرى أن نجمع الناس على مصحف واحد فلا تكون فرقة ولا اختلاف. قلنا: فِنِعْمَ ما رأيت. [ص۱۶ ج۹]، [ص۴۲۴، ۴۲۵ ج ۲ م دهلی]
قال الحافظ: وذهب أبوعبيد وآخرون إلى أن المراد بالأحرف السبعة اختلاف اللغات وهو اختيار ابن عطية، وتعقب بأن لغات العرب أكثر من سبعة، وأجيب بأن المراد أفصحها فجاء عن أبي صالح عن ابن عباس قال: نزل القرآن على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن قال: والعجز سعد بن بكر وهشيم بن بكر ونصر بن معاوية وثقيف وهؤلاء كلهم من هوازن ويقال لهم: "عليا هوازن" ولهذا قال أبوعمرو ابن العلاء: "أفصح العرب عليا هوازن وسفلى تميم" يعني بني دارم. وأخرج أبوعبيد من وجه آخر عن ابن عباس قال: نزل القرآن بلغة الكعبين، كعب قريش وكعب خزاعة. قيل: وكيف ذلك؟ قال: لأن الدار واحدة. يعني أن خزاعة كانوا جيران قريش، فسهلت عليهم لغتهم. قالوا: أبوحاتم السجستاني نزل بلغة قريش...... وهذيل وتميم الرباب والأزد وربيعة وهوازن وسعد بن بكر. اھ ونقل أبوشامة عن بعض الشيوخ أنه قال: أنزل القرآن أولا بلسان قريش ومن جاورهم من العرب الفصحاء ثم أبيح لسائر للعرب أن يقرءه بلغاتهم التي جرت عادتهم باستعمالها على اختلافهم في الألفاظ والأعراب ولم يكلف أحد منهم الانتقال من لغتهم إلى لغة أخرى للمشقة ولما كان فيهم من الحمية ولطلب تسهيل تفهيم المراد.

⑩ قال الحافظ: وتتمة ذلك أن يقال: إن الإباحة المذكورة لم تقع بالتشهي -أي أن كل أحد بفيد الكلمة بمرادفها في لغته- بل المراعى في ذلك السماع من النبي ﷺ.

[ص۲۴، ج۹]، ص۴۲۹، ج۲ م دهلی]

⑪ وعلى هذا وفيه أيضا أما من أراد قراءته من غير العرب فالاختيار له أن يقرأه بلسان قريش لأنه الأولى وعلى هذا يحمل ما كتب به عمر إلى ابن مسعود لأن جميع اللغات بالنسبة لغير العربي مستوية في التعبير. فإذا لابد من واحدة فلتكن بلغة النبي ﷺ.

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وأما العربى المجبول على لغته فلو كلف قراءته بلغة قريش لعثر عليه التحول مع إباحة الله له أن يقرءه بلغته . ويشير إلى هذا قوله في حديث أبي كما تقدم: «هون على أمتي» . قوله: «وإن أمتي لا تطيق ذلك» . قال الحافظ: ويدل على ما قرأه (أبوشامة) إنه أنزل أولا بلسان قريش ، ثم سهل على الأمة أن يقرأه بغير لسان قريش وذلك بعد أن كثر دخول العرب في الإسلام ، فقد ثبت أن ورود التخفيف بذلك كان بعد الهجرة كما تقدم في حديث أبي بن كعب أن جبريل لقي النبي ﷺ عند أضاة بني غفار . الحديث (وهو موضع بالمدينة النبوية) [ص٢٥ج٩،ص٤٣٠ج٢٠م دہلی]

⑫ قال الجزري فى النشر: كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح إسنادها فهي القراءة الصحيحة التي لايجوز ردها ولا يحل إنكارها بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أم عمن هو أكبر منهم . هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف صرح بذلك الداني ومكي والمهدوي وأبوشامة . وهو مذهب السلف الذي لا يعرف من أحدهم خلافه .

⑬ وفي الاتقان للحافظ السيوطى أن القراء ة أنواع:

- الأول: المتواتر ، وهو ما نقله جمع لا يمكن تواطئهم على الكذب من مثلهم إلى منتهاه وغالب القراءة كذلك .
- الثاني: المشهور ، وهو ما صح سنده ولم يبلغ درجة المتواتر ووافق العربية والرسم . وأشهر عند القراء فلم يعدوه من الغلط ولا من الشذوذ و يقرأه به على ما ذكر ابن الجزري ويفهمه كلام ابن شامة السابق ومثاله ما اختلف الطرق في نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض وأمثلة ذلك كثيرة في فرش الحروف من كتب القراءات كالذي قبله .
- الثالث ، الأحاد وهو ما صح سنده وخالف الرسم أو العربية أو لم يشتهر إلا اشتهار المذكورة ولا يقرء به وقد عقد الترمذي في جامعه والحاكم في مستدركه لذلك بابا إخراجا فيه كثيرا صحيح الإسناد . اھ ملخصا۔ [ا،١٨١]،[ص٧٧ج١]

⑭ قال في الشامية: القرآن الذي تجوز به الصلاة بالاتفاق ، هو المضبوط في المصاحف الأئمة التي بعث بها عثمان إلى الأمصار وهو الذي أجمع عليه الأئمة العشرة وهذا هو المتواتر جملة وتفصيلا ، فما فوق السبعة إلى العشرة غير شاذ ، وإنما الشاذ ما وراء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العشرة وهو الصحيح . اھ۔[شامیة:ص۳۵۸ج۱،م رشیدیہ کوئٹہ]

⑮ قال أبوالخير محمد بن الجزرى: أما كون المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الأحرف السبعة فإن هذه مسألة كبيرة اختلف العلماء فيها، فذهب جماعات من الفقهاء والقراء والمتكلمين إلى أن المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الأحرف السبعة ابنوا ذلك على أنه لا يجوز على الأمة أن تهمل نقل شيء من الحروف السبعة التي نزل القرآن بها، وقد أجمع الصحابة على نقل المصاحف العثمانية من الصحف التي كتبها أبوبكر وعمر، وإرسال كل مصحف منها إلى مصر من أمصار المسلمين وأجمعوا على على ترك ما سوىٰ ذلك، قال هٰؤلاء: ولا يجوز أن ينهىٰ عن القراءة ببعض الأحرف السبعة ولا أن يجمعوا على ترك شيء من القرآن، وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف وأئمة المسلمين إلى أن هذا المصاحف العثمانية مشتملة على ما يحتمله رسمها فقط، جامعة للعرضة الأخيرة التي عرضها النبيﷺ على جبريل متضمنة لها، لم تترك حرفا منها. قلت:وهذا القول هو الذي يظهر صوابه لأن الأحاديث الصحيحة والآثار المشهورة المستفيضة تدل عليه وتشهد له. [النشر في القراءات العشر: ص۳۱ج۱]

⑯ قال العلامة بدرالدين العينى: واختلف الأصوليون هل يقرأ اليوم على سبعة أحرف؟ فمنعه الطبري وغيره وقال: إنما يجوز بحرف واحد اليوم، وهو حرف زيد ونحى إليه القاضي أبوبكر. وقال أبوالحسن الأشعرى: أجمع المسلمون على أنه لا يجوز حظر ما وسعه الله تعالىٰ من القراءة بالأحرف التي أنزلها الله تعالىٰ ولا يسوغ للأمة أن تمنع ما يطلقه الله تعالىٰ، بل هي موجودة في قراءتنا مفرقة في القرآن غير معلومة بأعياننا، فيجوز على هذا وبه قال القاضي: أن يقرأ بكل ما نقله أهل التواتر من غير تمييز حرف من حرف، فيحفظ حرف نافع بحرف الكسائى و حمزة ولا حرج فى ذلك.

[عمدة القاری کتاب الخصومات:۲۵۸/۱۲]

⑰ قال القاضي أبوبكر: والسابع اختاره القاضى أبوبكر وقال: الصحيح أن هذه الأحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الأئمة وأثبتها عثمان والصحابة في المصحف. [البرهان فی علوم القرآن:۲۲۳/۱]

وأما قول من قال:"أبطل الأحرف الستة". فقد كذب من قال ذلك، بل الأحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة في القراء ت المشهورة المأثور.

[ابن حزم، الفصل في الملل والأهواء والنحل:۷۸،۷۷/۲]

⑱ قال أبوالوليد الباجي المالكي: فإن قيل هل تقولون إن جميع هذه السبعة الأحرف ثابتة في المصحف فالقراءة بجميعها جائزة قيل لهم كذلك، نقول:والدليل على صحة ذلك

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوله عزوجل: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَٰفِظُونَ ﴾ [الحجر: ٩] ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراءته فيمكن حفظه دونهما، ومما يدل على صحة ما ذهبنا إليه إن ظاهر قول النبي ﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيرا على من أراد قراءته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسر عليه وبما هو أخف على طبعه وأقرب إلى لغته، لما يلحق من المشقة بذلك المألوف من العادة في النطق. ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا وبعدنا عن فصاحة العرب أحوج. [أبوالوليد الباجي، المنتقى شرح المؤطا: ١/٣٤٧]

⑲ قال الإمام الغزالي: ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الأحرف السبعة المشهور نقلا متواترا. [المستصفى: ١/٦٥]

⑳ قال الملا علي القارى: وكأنه عليه الصلوٰة والسلام كشف له أن القراءة المتواترة تستقر في أمته على سبع وهى الموجودة الاٰن المتفق على تواترها، والجمهور على أن ما فوقها شاذ، لا يحل القراءة به. [مرقاة المفاتيح: ٥/١٦]

الإنتباه: وما قال الملا على القارى والجمهور على أن ما فوقها شاذ...... الخ، ليس بصحيح لأن ما وراء السبعة ليس بشاذ، بل العشرة كلها متواترة، وما فوقها شاذ وهذا مالا شك فيه كما لا يخفىٰ على أحد، [عبدالقدوس ترمذى غفرله]

㉑ قال الشاه ولي الله:

وليل برآنكه ذكر سبعه بجهت تكثير است نه برائے تحديد اتفاق ائمه است بر قرائات عشر وهر قرآتے را ازيں عشره دو راوى است وهر يكے با ديگرے مختلف است پس مرتقى شده عدد قرائة تا هيست۔ [المصفى: ١٨٧]

㉒ قال العلامة محمد أنور شاه كشميرى: واعلم أنهم اتفقوا على أنه ليس المراد من سبعة أحرف القراءة السبعة المشهورة، بأن يكون كل حرف منها قراءة من تلك القراءات، أعنى أنه لا انطباق بين القراءات السبع والأحرف السبعة كما يذهب إليه الوهم بالنظر إلىٰ لفظ السبعة في الموضعين، بل تلك الأحرف والقراءة عموم وخصوص وجهي، كيف، وإن القراءات لا تنحصر في السبعة، كما صرح ابن الجزري في رسالة النشر في القراءة العشر، وإنما اشتهرت السبعة على الألسنة لأنها التي جمعها الشاطبي. ثم اعلم إن بعضهم فهم أن بين تلك الأحرف تغايرا من كل وجه، بحيث لا ربط بينها وليس كذلك، بل قد يكون الفرق بالمجرد والمزيد والأخرىٰ بالأبواب، ومرة باعتبار الصيغ من الغائب والحاضر، وطورا بتحقيق الهمزة وتسهيلها، فكل هذه التغييرات يسيرة كانت أو كثيرة حرف برأسه، وغلط من لهم إن هذه الأحرف متغايرة كلها بحيث يتعذر اجتماعها أما إنه كيف عدد السبعة فتوجه إليه ابن الجزري وحقق أن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التصرفات كلها ترجع إلى السبعة، وراجع القسطلانى والزرقاني، بقي الكلام في أن تلك الأحرف كلها موجودة أو رفع بعضها وبقي البعض فاعلم أن ما قرأه جبريل في العرضة الأخيرة على النبي ﷺ كله ثابت في مصحف عثمان، ولما يتعين معنى الأحرف الستة منها وبقى واحد فقط . [فیض الباری:۳/۳۲۱،۳۲۲]

۲۳ قال المحقق العلامة محمد زاهد الكوثري: والأوّل رأى القائلين بأن الأحرف السبعة كانت في مبدء الأمر ثم نسخت بالعرضة الأخيرة في عهد النبي ﷺ فلم يبق إلا حرف واحد ورأى القائلين بأن عثمان جمع الناس على حرف واحد ومنع من الستة الباقية للمصلحة، وإليه نحى ابن جرير وتهيأه ناس فتابعوه لكن هذا رأى خطير، قام ابن حزم بأشد الكبير عليه في الفصل وفي الأحكام، وله الحق في ذلك، والثاني رأى القائلين بأنها هي الأحرف السبعة المحفوظة كما هي في العرضة الأخيرة......الخ .

[مقالات الکوثری:ص۲۰،۲۱،مطبعۃ الانوار قاہرہ۱۳۷۲ھ]

فقط والله أعلم

هذا من عندى ولعل عند غيري أحسن من هذا وفي هذا كفاية لمن له دراية والله هو العاصم من الضلالة والغواية وله الحمد في البداية والنهاية .

كتبه الأحقر عبدالقدوس الترمذي غفر له
خادم الإفتاء بالجامعة الحقانية
ساهيوال من مضافات سرجودها
١٧ من شهر صفر المظفر ١٤٣١ﻫ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ